غلام ربانی آگرو

- پیدائش : ۵ - نومبر ۱۹۳۳ء نوشہرو فیروز
- وفات : ۱۸ - جنوری ۲۰۱۰ء حیدرآباد
- تصانیف : سندھ کے بچّے، جیسے پھول گلاب کے، آبِ حیات، سندھ کے دریا، میدان اور پہاڑ

آبِ حیات

حاصلاتِ تعلّم یہ سبق پڑھ کر طلبہ : (۱) علمی یا ادبی گفتگو سُن کر محظوظ ہوسکیں اور اس کے محاسن کی تفہیم کرسکیں۔(۲) تحریروں کو علمی، ادبی حوالوں سے سمجھ کر پڑھ سکیں۔ (۳) درسی متن کو سمجھ کر استحسانی سوالات کا جواب تحریر کرسکیں۔ (۴) ادبی مطالعے کا ذوق رکھتے ہوئے اردو کتب کا انتخاب کرسکیں۔ (۵) کہانی، انشائیہ یا مضمون وغیرہ لکھ سکیں۔

ڈھلتی شام کے وقت نہانے کی غرض سے جب میں دریا پر پہنچا تو شفق کی نیم روشن، سرخ شعاعوں کی وجہ سے دریا کا پانی سونے اور چاندی کی طرح چمک رہا تھا۔ اسی سونے چاندی کی سطح پر چھوٹی بڑی کشتیاں تیر رہی تھیں اور ان کے مدھم ہوتے سائے پانی کی لہروں پر ہلکے ہلکے رقص کررہے تھے۔ میں نے ایک ملاح سے کہا : "مجھے کچھ دور ہی جانا ہے۔"

"بسم اللہ، ابھی لو۔" ملاح نے بہت پھرتی سے جواب دیا۔

میں پھلانگ کر کشتی میں سوار ہوا اور تھیلا برابر رکھ کر بیٹھ گیا۔

ملاح نے رسّے کھول دیے تو کشتی دریا کی لہروں کو چیرتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔

"ابھی تو ساون بھادوں بھی نہیں پھر بھی دریا میں اتنا پانی ! " میں نے حیرت سے پوچھا۔

"کیا بات پوچھ لی!" ملاح چپّو چلاتے ہوئے بولا : "ابھی تو موسم بدلا ہے۔ مگر جب سخت سردی میں دوسرے دریا خشک ہوجاتے ہیں تب بھی اس دریا میں پانی کی فراوانی دیکھنے جیسی ہوتی ہے۔"

"دریا کی چوڑائی بھی خوب ہے۔ ایک میل تو ہوگی!" میں نے دریا کے دونوں کناروں اور پانی کی گہرائی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

ملاح بولا : "سائیں سب نام کی برکت ہے۔"

"وہ کیسے بھلا ؟" میں بولا۔

"آپ پڑھے لکھے ہیں اسی لیے ان باتوں پر یقین نہیں کریں گے۔ مگر ہمارا عقیدہ ہے کہ 'مہران' سندھ کے ایک شہزادے کا نام تھا۔ اسی کے نام پر اس دریا کا نام 'مہران' رکھا گیا۔ شہزادے مہران جیسا سخی، رحم دل، خدا ترس اور عقل مند کوئی دوسرا پیدا نہیں ہوا، مگر کہتے ہیں کہ بچپن میں وہ بہت ضدی اور مغرور ہوتا تھا

کیوں کہ اس جیسا حسین و جمیل کوئی دوسرا ملک میں نہیں تھا۔"
"سن رہے ہو نا ؟" ملاح نے مجھے پانی کو گھورتے دیکھ کر پوچھا۔
"میں تمھاری ہی باتیں سن رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا، ملاح نے اپنی بات دوبارہ شروع کی۔
ایک دن شہزادہ مہران اپنے ہم عمر دوستوں کے ساتھ شکار کھیلنے گیا۔ وہ سارا دن گھوڑے دوڑاتے رہے، میلوں سفر طے کیا مگر شکار ہاتھ نہ لگا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہونے لگا اور وہ پہاڑ کے قریب پہنچے جہاں ہمیشہ کوئی نہ کوئی شکار مل ہی جاتا تھا۔ پہاڑ کی نچلی طرف ایک ہرن گھاس چر رہا تھا۔ اچانک شہزادے مہران کی نظر ہرن پر پڑ گئی۔ اتنے میں ہرن چھلانگ مار کر بھاگ گیا۔ شہزادے نے بھی اپنا گھوڑا ہرن کے پیچھے لگا دیا۔ کچھ دیر تک گھوڑا اور ہرن ہوا سے باتیں کرتے رہے۔ پھر شہزادے نے عقل سے کام لیتے ہوئے بہت پھرتی سے تیر پھینکا، تیر سیدھا ہرن کی ٹانگ میں لگا اور ہرن وہیں ڈھیر ہو گیا۔ شہزادے نے گھوڑے سے اتر کر چھری ہرن کی گردن پر رکھ دی، ذبح کرتے وقت شہزادے کے ہاتھ کانپنے لگے۔ اتنے میں شہزادے کے ساتھی بھی آن پہنچے جو شہزادے کے ہاتھ کانپتے دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے۔ اُن میں سے ایک نے شہزادے سے چُھری لے کر ہرن کو حلال کیا، پھر شہزادے کی طرف دیکھ کر کہا : "جب لوگوں پر چھری چلتی ہے اُس وقت تو آپ کو جُنبش تک نہیں ہوتی، آج ایک جان ور کو ذبح کرتے وقت اتنا ڈر ۔۔۔" شہزادہ بولا : "اس سوال کا جواب بعد میں دوں گا، ابھی چلو رات کے چار پہر گزارنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کریں۔ چاند پتا نہیں کس وقت نکلے گا اور اس اندھیرے میں پیچھے جانا بھی مشکل ہے۔"
"بلکہ حماقت ہے۔" وزیر زادے نے کہا جو اَب تک گھوڑے پر بیٹھا ہوا تھا۔ "قریب کوئی آبادی بھی نظر نہیں آرہی ہے پہاڑ کے قریب ہی کسی جگہ پر ٹھہر کے ہرن کی تکّا بوٹی کرتے ہیں۔"
"واہ کیا بات ہے !" شہزادے نے جواب دیا پھر تینوں نے ایک سائے بان کے نیچے اپنی زنبیلیں رکھیں اور پڑاؤ ڈالا۔ برابر میں گھوڑے باندھ دیے۔ ایک لگا ہرن کو چھیلنے تو دوسرا لگا دھونی جگانے۔ کھانا کھاتے وقت شہزادہ اپنے دوستوں سے کہنے لگا: "جس وقت میں ہرن کی گردن پر چھری پھیرنے لگا تو اُس وقت میری آنکھیں ہرن کی آنکھوں سے ٹکرائیں ! کیا بتاؤں کہ میں نے ہرن کی آنکھوں میں کیا دیکھا ؟ ہرن کی آنکھیں اتنی خوب صورت ہوتی ہیں جیسے نرگس کے پھول اور اتنی چمک دار جیسے آسمان میں تارے ! مگر اس وقت جب چھری ہرن کی گردن پر تھی تب اس کی آنکھوں میں نہ تو نرگس کے پھولوں جیسی خوب صورتی تھی اور نہ ہی تاروں جیسی چمک۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں صرف موت کا سایہ تھا۔"
"موت کا سایہ !" اس کے دوستوں کی چیخیں نکل گئیں۔
"ہاں۔" شہزادے نے بھرائی ہوئی آواز میں آہستہ سے کہا : "میری آنکھوں نے آج موت کا سایہ دیکھا اور میرے کانوں نے مرتے ہوئے ہرن کی آواز سُنی۔" جیسے کہہ رہا ہو : "شہزادے ایک دن تمھاری بھی باری آئے گی، پانی کا ڈوبا کتنی دیر تک اپنا بچاؤ کرے گا۔"

شہزادہ کہہ کر چُپ ہو گیا اور پھر کچھ دیر بعد کہا: ''کیا آپ میں سے کسی کے پاس اس سوال کا جواب ہے ؟''

دونوں آدمی چپ رہے۔ کچھ دیر بعد وزیر زادہ بولا : ''شہزادے موت طعنہ نہیں ہے، طعنہ دینا یا شکوہ کرنا تو زندگی سے وابستگی کی باتیں ہیں۔'' شہزادہ بولا : ''موت تو ہر چیز کا خاتمہ ہے۔ تقدیر برابر اپنا کام کرتی ہے مگر تدبیر کرنا انسان کے بس میں ہے۔'' وزیرزادہ بولا : ''موت سے کوئی بھی تدبیر بچا نہیں سکتی۔'' شہزادے نے جواب دیا: ''کیوں ؟ کیسے ؟''

وزیر زادہ بولا : ''میرے والد نے مجھے بتایا ہے کہ جب سکندر بادشاہ اس ملک میں آیا تو ایک جوگی نے اسے بتایا کہ جس پہاڑ پر ہم بیٹھے ہیں اس میں ایک غار ہے۔ اس غار میں ایک چشمہ ہے جس کا پانی اتنا خوش بو دار ہے جیسے کیوڑے کا شربت اور اتنا میٹھا ہے جیسے آم اور شہد۔ اس کی رنگت دُودھیا ہے اور اس کی خوبی یہ ہے کہ اس کے دوگھونٹ سو برس کے بوڑھے کو سولہ سال کا جوان بنا دیتے ہیں۔ اور اسے ابدی حیات مل جاتی ہے، اور موت اس انسان کے لیے بے معنی ہوجاتی ہے۔ اس پانی کانام ہے، 'آبِ حیات'۔''

سکندر بادشاہ نے یہ سن کر مُصمّم ارادہ کر لیا کہ ایک بار ضرور 'آبِ حیات' کی تلاش میں جاؤں گا پھر ایک رات اپنے دو وزیروں خضر اور الیاس کو ساتھ لے کر لشکر کی چھاؤنی سے باہر نکلا اور پہاڑ کی طرف بڑھا، جوگی کے کہنے کے مطابق پہاڑ پر گھوڑا اُس وقت چڑھایا جب چاند آسمان کے درمیان میں آگیا۔ پہاڑ پر کچھ دیر پیدل چلنے کے بعد اُسے دو سوکھے درخت نظر آئے، جن کے بیچوں بیچ وہ غار تھا۔ گھوڑے باہر باندھ کر تینوں غار کے اندر داخل ہوگئے۔ غار کے باہر اتنی چاندنی تھی کہ بہ آسانی سُوئی کے ناکے میں دھاگا ڈالا جاسکے اور غار کے اندر اتنا اندھیرا کہ ہاتھ کو ہاتھ سُجھائی نہ دے۔ ایسے ہی گرتے پڑتے آگے بڑھتے گئے یہاں تک کہ ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ خضر نے ایک عقل مندی کا کام کیا کہ ایک زندہ مچھلی اپنے ساتھ لے لی۔ وہ بہت دیر تک غار میں پیدل چلتا رہا۔ اچانک مچھلی اچھل کر نیچے جا گری اور گرتے ہی ایسی آواز آئی جیسے کوئی چیز پانی میں گری ہو۔ خضر نے دو قدم اٹھائے تو پیر گیلے ہوگئے۔ جھک کر نیچے دیکھا تو اس کے آگے آبِ حیات سچے موتیوں کی مانند چمک رہا تھا !

ہاتھوں کا پیالہ بناکر خوشی خوشی پیا۔ آبِ حیات جیسے ہی حلق سے اُترا تو اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے اچانک نیند سے بیدار ہوا ہو۔ وہیں کسی کے قدموں کی آہٹ سنی جب آنے والا شخص قریب ہوا تو آواز سے پہچانا کہ وہ الیاس تھا۔ پھر تو دونوں نے سیر ہوکر آبِ حیات پیا اور ابدی زندگی حاصل کی۔ سکندر اندھیرے میں دھکّے کھاتا ہوا واپس چلاگیا، اور یہ دونوں غار سے نکل کر اپنی اپنی راہ چل دیے، آج جب بھی کوئی راہ گیر خشکی یا تری میں راستہ بھٹک جاتا ہے تو یہ اس کی راہ نمائی کرتے ہیں۔

وزیر زادے نے بات پوری کی تو شہزادہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور گھوڑے پر لگام ڈال کر کہنے لگا : ''سیکڑوں سال پہلے سکندر نے اپنا نصیب آزمایا تھا اور آج میری باری ہے۔ آپ میں سے کوئی ساتھ چلے تو ٹھیک ہے

ورنہ کسی سے کوئی گِلہ نہیں۔

اس کے دوست سٹپٹا گئے اور اسے سمجھانے لگے کہ سنی سنائی باتوں پر ایسے اعتبار کرنا سراسر نادانی ہے۔ مگر شہزادے نے ایک نہ سنی۔ گھوڑے پر سوار ہو کر اللہ توکُّل پہاڑ کی جانب رُخ کیا اور چاند کو دیکھتے ہوئے چلتا رہا۔ یہاں تک کہ جب چاند آسمان کے درمیان آیا تو گھوڑا پہاڑ کی جانب چڑھایا، کچھ دیر پیدل چلا تو دو سوکھے درخت نظر آئے جن کی ٹہنیاں اور شاخیں کئی برس پہلے بارش اور طوفان نے گرادی تھیں۔ اب صرف تنے رہ گئے تھے۔ شہزادے نے گھوڑا ایک درخت سے باندھا اور غار کے منہ سے گھاس پھوس، تنکے ہٹاکر اندر داخل ہوگیا۔ اندر اس قدر اندھیرا تھا کہ دلیر انسان کا بھی کلیجا پھٹ جائے۔ مگر شہزادہ مہران آگے بڑھتا رہا۔ اس کے قدموں سے پتھروں پر ایسی آوازیں پیدا ہورہی تھیں جیسے بارش کے قطرے کسی تانبے کے برتن میں "چھن چھنا چھن چھن" گررہے ہوں۔ کچھ دیر پیدل چلنے کے بعد ایسی آہٹ سنی کہ چونک کر رک گیا۔ فضا کی خاموشی میں صرف شہزادے کی سانسوں کی آواز تھی۔ ابھی دو قدم ہی بڑھائے تھے کہ پھر آواز ہوئی۔ شہزادے کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ کیوں کہ آواز ایسی ہی تھی جیسے کوئی چیز پانی میں ہو۔ آواز کی کھوج لگاتا آگے بڑھتا گیا کہ اچانک اس کے قدم جم گئے، آگے آبِ حیات کا چشمہ چمک رہا تھا۔ چشمے کے کنارے پر ایک مچھلی منہ نکال کر اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ مچھلی کے چھلکے ہاتھی کے دانت سے زیادہ سفید، چمک دار اور آنکھیں سرخ مرجان جیسی تھیں۔

"خوش آمدید، شہزادے مہران۔" مچھلی نے اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھیں مٹکاتے ہوئے کہا۔ شہزادہ حیرت میں پڑ گیا۔

"میں نے کہا خوش آمدید شہزادے مہران۔" مچھلی نے اپنی کلیوں کو سمیٹتے ہوئے دوبارہ کہا۔

شہزادہ خوش آمدید کا جواب دیتے ہوئے بولا: "تم یہاں ---- ؟"

"میں یہاں کیسے اور کب سے ہوں ؟ یہی پوچھنا چاہتے ہو نا ؟"

"جی۔" شہزادے نے کھڑے کھڑے جواب دیا۔

"میں یہاں تب سے ہوں جب خضر کے ہاتھ سے چھوٹ کر پانی میں گری تھی مجھے یہاں رہتے ہوئے کئی سو صدیاں گزر گئی ہیں، ایک دفعہ جو آبِ حیات پی لیا تو اب جینے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔"

"چارہ نہیں۔" شہزادہ بولا۔

"ہاں شہزادے، چارہ نہیں ! کیوں ؟ تمھیں یہ الفاظ کیوں عجیب لگے ؟ کیسے ؟ مگر پھر ---- دل کی بات کہنے کے لیے مجھے یہی الفاظ مناسب لگے، شہزادے بیٹھو۔ کئی دنوں کے بعد آج کسی جان دار کا منہ دیکھا ہے۔ میرے پاس آؤ تو ذرا تم سے دوچار باتیں کرلوں مگر یہ پانی بالکل مت پینا۔"

"پانی ---- یہ تو ----"

"ہاں یہی تو ہے وہ 'آبِ حیات' جس کی تلاش میں تم یہاں آئے ہو اور یہی وہ آبِ حیات ہے

جس کا لوگوں کی لکھی ہوئی کتابوں اور آسمانی کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ آج اس کے دو گھونٹ تمھیں، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے موت کے ذائقے سے محروم کردیں گے اور اس کا ایک قطرہ تمھیں سولہ سال کا جوان بناسکتا ہے۔ اور سو برس کے بڑھاپے کا دائمی عذاب بھی دے سکتا ہے۔

"سو برس کے بڑھاپے کا دائمی عذاب !"

"جی ہاں ! سو برس کے بڑھاپے کا دائمی عذاب۔"

مچھلی پانی میں غوطہ لگاکر کچھ دیر بعد باہر نکلی۔ شہزادے کی طرف منہ کرکے کہنے لگی : "ہاں ایسے ہی ہے۔" شہزادے ! اس آب حیات کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ جس شخص نے لوگوں کو بلاوجہ تنگ کیا ہو، ان کا دل دکھایا ہو، اُس کو آبِ حیات کا ایک قطرہ ابدی زندگی تو عطا کر دے گا، مگر ایسی جیسی سو برس کا ضعیف جو نہ زندوں میں ہوگا نہ مُردوں میں، جیسے بچھو جو ہر کسی کو صرف ڈنک مارتا ہے اور جیسے جھاؤ چوہا جس کو چھونے سے صرف کانٹے ہی لگتے ہیں۔" "اور اگر ـ ـ ـ۔" مچھلی شہزادے کا سوال سمجھ گئی اور جواب دیا، "اور اگر کسی شخص نے ہمیشہ سچ بولا ہو، کم زوروں پر رحم کیا ہو تو آبِ حیات کا ایک قطرہ اس شخص کو ابدی زندگی عطا کرے گا جیسی مور کی، جو سارے پرندوں میں خوب صورت ہوتا ہے اور جیسی قطب تارے کی، جو ہمیشہ چمکتا رہتا ہے۔"

شہزادہ سوچ میں پڑگیا۔ مچھلی پھر کہنے لگی: "شہزادے ! اب یہ یقین کرنے کے لیے کہ نیکی تمھارا پھل ہے یا بدی، اس پانی میں دیکھو۔ اس پانی میں اور اُس پانی میں بھی جو انسان کی آنکھوں میں ہوتا ہے، اور جو صرف بے حد دکھ اور بے حد خوشی پر آنکھوں میں آتا ہے۔ یہ خوبی ہے کہ اس میں جو بھی دیکھے اُسے اپنی روح کا سایہ تک نظر آئے گا۔ آنکھ انسان کی روح کا آئینہ ہوتی ہے، جو کبھی تمھیں اپنی آنکھوں میں شرم اور حیا، رحم دلی اور ہم دردی نظر آئے تو سمجھو کہ نیکی تمھارا پھل ہے۔ کیوں کہ پھر تمھاری روح ایسی ہی پاک ہوگی جیسے بارش کا پانی اور ایسی ہی نرم ہوگی۔ جیسے شبنم کے قطرے صاف، شفاف چمک دار ! پر تمھیں اپنی آنکھوں میں جھوٹ اور ظلم کی جھلک نظر آئے، تو جان لو کہ تمھارا پھل بدی ہے اور تمھاری روح کالی ہے بالکل کوئلے جیسی، جو خود تو کالا ہے مگر جس سے لگے اُسے بھی کالا کردے! اور اتنی سخت کہ دنیا میں کوئی چیز ویسی نہیں ! اور شہزادے، بے شک کالی روح اور بے حیا آنکھ کو دھو کر پاک صاف کرنے کے لیے آبِ حیات کے ہزاروں چشمے بھی کم ہیں۔ اگر تمھاری روح پاک ہے تو پھر تمھیں کسی بھی آبِ حیات کی ضرورت نہیں، کیوں کہ تمھارا نام تب تک قائم رہے گا جب تک بقا کو بقاہے پھر تم اَمَر ہو جاؤ گے ہر دور اور ہر انسان کے لیے مثال بن جاؤ گے۔"

شہزادہ گہری سوچ میں پڑگیا۔ مچھلی غوطہ لگا کر پانی میں چلی گئی اور پھر کچھ دیر کے بعد واپس آکر شہزادے کو کہا : "اور شہزادے سائیں ! یہ نہ بھولنا کہ تم ایک ملک کے حکم راں ہو۔ کسی بھی ملک کے حکم راں کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنی مٹی، گوشت پوست کے مجسمے کو زیادہ عرصے تک قائم رکھنے کے لیے آبِ حیات پیے

یا پھر کچھ اور جتن کرے۔ جب خود کے ملک کے لوگوں کو بیماریوں نے ایسے پیس دیا ہو جیسے چکّی گندم کے دانوں کو پیستی ہے۔" شہزادے نے یہ سن کر آنکھیں بند کرلیں۔

مچھلی پھر کہنے لگی : "کسی بھی ملک کے حکم ران کو یہ بات نہیں سجتی کہ بہترین مشروبات اور لذیذ کھانوں سے اپنا پیٹ بھرے اور عوام ایک وقت دال چٹنی کھائیں اور دوسرے وقت پیٹ پر پتھر باندھیں۔ وہ اپنے جسم پر اطلس و ریشم کی نمایش کرتا پھرے جب کہ اس کے ملک کی رعایا کے جسم پر کپڑا نام کی بھی کوئی چیز نہ ہو اور اُن کے جسم سردی سے سُکڑ رہے ہوں۔ جیسے کہ اکاوا کے سوکھے پتّے اور دھوپ میں ان کے جسم ایسے جھلس کر کالے ہوگئے ہوں جیسے توے کی کالونچ۔ شہزادے ! تمام باتوں کو دھیان میں رکھو اور پھر اگر چاہو تو بے شک آبِ حیات پینا۔" شہزادے کی آنکھوں سے پچھتاوے کے آنسو جاری ہوگئے۔ مچھلی غوطہ لگاکر چلی گئی۔ شہزادے کی گردن شرم سے جھک گئی وہ الٹے قدموں پلٹا اور غار سے نکل گیا۔ دوستوں کو آکر نیند سے جگایا اور اُنھیں ساتھ لے کر اُسی وقت محل کی طرف روانہ ہوگیا۔

دوسرے دن شہزادے نے اعلان کیا : "میرے ملک کا کم زور ترین آدمی بھی میرے لیے طاقت ور ترین ہے۔ یہاں تک کہ میں اُسے اُس کے سارے حق نہ لے کر دوں، اور میرے ملک کا طاقت ور سے طاقت ور آدمی تب تک میرے لیے کم زور ترین ہے، جب تک میں اُس سے وہ سارے حق نہ چھین لوں جو اُس نے دوسروں سے زبردستی ہتھیالیے ہیں۔" کہتے ہیں کہ اس کے بعد شہزادے مہران کے ملک میں نہ کبھی قحط پڑا اور نہ ہی کسی کے ساتھ ظلم ہوا۔ شہزادے مہران نے پورے پانچ برس حکومت کی۔ جب اس کا انتقال ہوا تو ملک کا ہر بچہ ہچکیاں لے لے کر ایسے رو رہا تھا جیسے اُس سے اُس کا پسندیدہ کھلونا چھین لیا گیا ہو۔ ہر عورت ایسے بَین کررہی تھی جیسے اُس کا جوان شوہر مر گیا ہو اور ہر مرد کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے جیسے اس کے جوان بیٹے کی ناگہانی موت ہوگئی ہو۔

دوسرے دن دربار میں بوڑھے، جوان، بچے جمع ہوگئے۔ کسی نے کہا کہ شہزادہ مہران کی یاد میں کوئی ایسا مینار بنائیں جو ہمیشہ یادگار رہے۔ کسی نے کہا کہ کیوں نہ ایسا قیمتی سکّہ جاری کریں جو اپنی قیمت اور بناوٹ کے لحاظ سے دائمی یادگار بن جائے۔ کسی نے کچھ کہا، کسی نے کچھ، پر سب سے عقل مندی کی بات ایک بزرگ نے کہی۔ اس نے کہا : "شہزادہ مہران ہم سب کے لیے رحم و انصاف کا بادل تھا ہمیں چاہیے کہ کوئی ایسی چیز اُس کے نام سے منسوب کریں جو ہم سب کے زندہ رہنے کا باعث ہو ، جو قائم و دائم ہو اور وہ چیز ہے یہ ہمیشہ سے 'بہتا دریا' اگر یہ نہ ہوتا تو 'سندھ' ویران اور بنجر ہوجاتا۔" سب نے "واہ واہ" کی۔ اور اُس دن سے اس دریا کا نام "مہران" پڑگیا۔ ملاح نے بات پوری کی تو کشتی بھی آکر دوسرے کنارے لگی۔ میں اُٹھ کھڑا ہوا اور ملاح کو کرایہ دے کر ایک محبت بھری نگاہ مہران پر ڈالی جس میں آبِ حیات ٹھاٹھیں مار رہاتھا اور پھر اپنے راستے پر روانہ ہوگیا۔

(ماخوذ از : آبِ حیات)
(تحریر : غلام ربانی آگرو، سندھی سے ترجمہ : ناہید اختر سومرو)

مشق

سوال نمبر ۱ : درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) شہزادے مہران میں کون کون سی خوبیاں تھیں ؟
(ب) شہزادے نے اپنے ساتھیوں کو کیا جواب دیا؟
(ج) وزیر زادے نے آبِ حیات کی کیا خاصیت بیان کی ؟
(د) غار میں شہزادے مہران کی ملاقات کس سے ہوئی ؟
(ہ) مچھلی نے شہزادے کو کیا نصیحت کی ؟
(و) شہزادے کی موت پر ہر آنکھ کیوں اشک بار تھی ؟
(ز) دریا کا نام مہران کیوں رکھا گیا؟
(ح) اس کہانی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے ؟

سوال نمبر۲ : دُرست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے:

(۱) انسان کے ہاتھ میں ہے:
(الف)تدبیر (ب)تقدیر (ج)تقریر (د)تعبیر

(۲) آبِ حیات پینے سے مل جاتی ہے:
(الف)ابدی بادشاہت (ب)ابدی حیات (ج)ابدی عزّت (د)ابدی دولت

(۳) شہزادے مہران کے نام سے منسوب کیا گیا :
(الف)سکّہ (ب)مینار (ج)محل (د)دریا

(۴) شہزادے نے ہمیشہ کی زندگی پائی:
(الف)آبِ حیات پی کر (ب)حکومت کر کے
(ج)لوگوں کی خدمت کر کے (د)جنگ کر کے

(۵) انسان کی روح کا آئینہ ہوتی ہے:
(الف)آنکھ (ب)زبان (ج)سوچ (د)ہم دردی

سوال نمبر۳ : درج ذیل الفاظ میں متضاد اور مترادف جوڑے الگ الگ کر کے لکھیے:

کالا، سیاہ	موت، زندگی	بوڑھا، جوان	دن، رات	خشکی، تری	نیکی، اچھائی	شرم، حیا

سوال نمبر ۴ : درج ذیل عبارات کی تشریح بہ حوالۂ متن کیجیے:

(الف) "اب یہ یقین کرنے کے لیے کہ نیکی تمھارا پھل ہے یا بدی، اس پانی میں دیکھو۔ اس پانی میں بھی اور اُس پانی میں بھی جو انسان کی آنکھوں میں ہوتا ہے۔"

(ب) "اگر تمھاری روح پاک ہے تو پھر تمھیں کسی بھی آبِ حیات کی ضرورت نہیں۔"

سوال نمبر۵ : درج ذیل الفاظ اور محاورے اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

ہوا سے باتیں کرنا	اماوس	ڈھیر ہونا	حلال کرنا	مصمم ارادہ کرنا

سرگرمیاں

- طلبہ کمرۂ جماعت میں دو کرداروں خضر اور الیاس پر روشنی ڈالیں گے۔
- طلبہ اس کہانی کو ڈرامے کی صورت میں پیش کریں گے۔
- طلبہ اس سبق سے ملتی جلتی کوئی اور کہانی منتخب کریں گے اور کمرۂ جماعت میں سنائیں گے۔

لوک کہانیاں نظم میں بھی ہوتی ہیں اور نثر میں بھی، لوک کہانیاں عوام کے خیالات کی ترجمان ہوتی ہیں، تحریری شکل کے بہ جائے سینہ بہ سینہ دوسری نسل تک پہنچتی ہیں۔

برائے اساتذہ

- طلبہ کو اس کہانی کے کردار خضر اور الیاس کے بارے میں تفصیل سے معلومات فراہم کیجیے۔
- طلبہ کو روزمرّہ اور محاورے کا فرق سمجھائیے۔